مأمون کے مقابلے میں

امام علی بن موسی الرضا علیہما السلام کی سیاست اور تدابیر
اسلامی تاریخ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

روشن علی *

کلیدی کلمات : اسلامی خلافت، اہل بیتؑ، تقیہ، اہل تشیع، حدیث سلسلۃ الذہب، ولایت عہدی، بیعت

خلاصہ

ائمہ معصومین کی سیاسی جدوجہد ہمیشہ قابل توجہ رہی ہے۔اگرچہ پہلی صدی ہجری ہی میں اسلامی خلافت کو سلطنت میں اور امامت کو بادشاہی میں تبدیل کر دیا گیا لیکن ائمہ طاہرینؑ نے اس حرکت کے خلاف ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ان کا سب سے بڑا مقصد اسلامی اصولوں پر مبنی اسلامی حکومت کا قیام تھا۔امام علی رضا علیہ السلام نے بھی بنی عباس کے دور میں اپنے ہم عصر خلفاء کے زمانے میں یہی جدوجہد جاری رکھی اور مامون عباسی کی سیاست کے مقابلے میں ایسی سیاست وتدابیر اختیار کیں جو اسلامی حکومت کے قیام کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے تھیں۔اس مقالے میں انہی کوششوں کو نمایاں کرنے کی سعی کی گئی ہے۔اس سلسلے میں سب سے اہم واقعہ مامون عباسی کی طرف سے اپنے پنہان اغراض ومقاصد کی خاطر امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنانا ہے۔اس مقالے میں تاریخی حوالوں سے مامون کے مقابلے میں امام کی سیاسی تدابیر کا جائزہ لیا گیا ہے۔مامون عباسی نے خراسان پہنچنے پر امام کا شاندار استقبال کرتے ہوئے جہاں اپنے دوسرے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کی سعی لاحاصل کی وہاں اس علاقے کے شیعوں کی ہمدردیاں بھی سمیٹنا چاہیں، لیکن امام علیہ السلام نے اپنی الٰہی سیاست کے ساتھ اس کی تمام ریاکارانہ چالوں کو ناکام بنا دیا۔جس کے بعد مامون کے لئے امام علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا جو اس کی تاریخی رسوائی اور ناکامی کا باعث بنا۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی کے جس اہم ترین پہلو کی طرف شائستہ انداز میں توجہ نہیں ہوئی ہے، وہ ان کے "سیاسی جدوجہد" کا عنصر ہے۔ پہلی صدی ہجری کی ابتدا ہی میں اسلامی خلافت سلطنت کی پیرایوں میں ڈھل گئی اور اسلامی امامت جابرانہ بادشاہت میں تبدیل ہو گئی۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے سیاسی حالات کے تناسب سے ہی اپنی سیاسی جدوجہد کو شدت بخشی۔ اس جدوجہد کا اہم ترین اور بنیادی مقصد اسلامی نظام اور امامت کے اصولوں پر مبنی حکومت کی تأسیس تھا۔

تاریخ، بنی عباس کے خلیفہ ہارون کے دور میں امام علی رضا علیہ السلام کی دس سالہ زندگی اور اس کے بعد خراسان میں مامون اور بغداد میں امین کے درمیان ہونے والی پانچ سالہ لڑائیوں کے بارے میں ہمیں کوئی خاص بات نہیں بتا سکی ہے، لیکن تدبر و تفکر کے ذریعے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام اس پندرہ سالہ عرصے میں اہل بیت علیہم السلام کی اسی طویل المدت جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے تھے، جو عاشورا کے بعد شروع ہوئی تھی اور ان ہی اہداف کے حصول کے لئے کوشاں تھے۔

---

* اسٹنٹ پروفیسر وفاقی نظامت تعلیمات، اسلام آباد۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اختصار کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے واقعے پر روشنی ڈالی جائے۔اس واقعے میں امام علی رضا علیہ السلام ایک عظیم تاریخی تجربے سے گذرے اور آپ کو ایک خفیہ سیاسی جنگ کا سامنا کرنا پڑا، جس میں کامیابی یا ناکامی تشیع کی مقدر کی ترسیم میں مؤثر ہو سکتی تھی۔ وہی مامون جس نے حکومت کی خاطر اپنے بھائی امین کو موت کی گھاٹ اتار دیتا ہے، کیا وہ اتنا مخلص ہو سکتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کو حکومت دے دے یا امامؑ کو اپنا ولیعہد بنا دے۔ پس مامون امام رضا علیہ السلام کو خراسان بلوا کر کئی اہم اہداف حاصل کرنا چاہتا تھا۔اس مقالہ میں ان مقاصد اور ان کے مقابلے میں امام علی رضا علیہ السلام کی سیاسی حکمت عملی اور تدابیر کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

عباسی دور میں سب سے اہم واقعہ یہ رونما ہوا کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنا دیا یعنی وہ عباسی خلافت جو علوی سادات سے دشمنی رکھتی تھی اس میں تبدیلی واقع ہو گئی اور اس بڑے واقعہ کا خاص وعام دونوں میں چرچا ہوا اور سب مبہوت ہو کر رہ گئے، وہ سیاسی روش جس میں عباسیوں نے علویوں کا بالکل خاتمہ کر دیا تھا،اُن کے جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا،اُن کے بچوں کو دجلہ میں غرق اور شیعوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کر دیا تھا۔ عباسیوں سے علویوں کی دشمنی بہت آشکار تھی، یہ دشمنی محبت و مودت میں کیسے بدل گئی، عباسی اُن کے حق کے معترف ہو گئے اور عباسی حکومت کا اہم مرکز اُن (علویوں) کو کیسے سونپ دیا،اسی طرح کی تمام باتیں لوگوں کی زبانوں پر تھیں۔یہ مطلب بھی بیان ہونا چاہیئے کہ مامون نے یہ اقدام اس لئے نہیں کیا تھا کہ یہ علویوں کا حق ہے اور وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، بلکہ اُس نے کچھ سیاسی اسباب کی بنا پر ولایت کا تاج امام رضا علیہ السلام کے سر پر رکھا،جس کے کچھ اسباب مندرجہ ذیل تھے:

1۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ اہل تشیع کی تند و تیز اور انقلابی سیاسی جدوجہد کو ایک پر امن اور بے خطر سیاسی سرگرمیوں میں تبدیل کیا جائے۔اہل تشیع تقیہ کی حکمت عملی سے استفادہ کرتے ہوئے انتھک اور کبھی نہ ختم ہونے والی سیاسی جدوجہد میں مصروف رہے تھے۔ دو اہم خصوصیات والی یہ جدوجہد خلافت کی بساط لپیٹنے میں اہم کردار ادا کر رہی تھی اور وہ دو خصوصیات مظلومیت اور تقدس سے عبارت تھیں۔ مامون اس اقدام کے ذریعے اہل تشیع کی جدوجہد کو ان دو مؤثر خصوصیات سے خالی کرنا چاہتا تھا کیونکہ جن لوگوں کا زعیم و قائد خلافت کی مشینری کا ممتاز فرد اور وقت کے مطلق العنان بادشاہ کا ولیعہد ہو، وہ لوگ مظلوم یا مقدس نہیں ہوتے۔

2 مامون کا دوسرا ہدف اہل تشیع کے اس اعتقاد کو غلط ظاہر کرنا تھا کہ اموی اور عباسی خلافتیں شرعی اور قانونی حیثیت نہیں رکھتیں اور اس طرح وان دو خلافتوں کو قانونی حیثیت دینا چاہتا تھا۔

3۔ تیسرا ہدف امام علیہ السلام کو اپنے اداروں کے قابو میں لانا چاہتا تھا کیوں کہ امام علیہ السلام ہر قسم کی جدوجہد اور حکومت کی مخالفت کا محور سمجھے جاتے تھے۔اور اگر امام علیہ السلام ان کے قابو میں آتے تو سرکردہ علوی رہنما، انقلابی افراد اور جنگجو مجاہدین بھی حکومت کے قابو میں آ سکتے تھے۔

4۔ چوتھا ہدف یہ تھا کہ امام علیہ السلام جو ایک عوامی شخصیت، لوگوں کا قبلۂ امید اور سوالات و شکایات کا مرجع تھے کو حکومتی گماشتوں کی نگرانی میں لایا جائے اور رفتہ رفتہ ان کا عوامی چہرہ مخدوش کیا جائے اور ابتداء میں امام علیہ السلام اور عوام اور دوسرے مرحلے میں امام علیہ السلام اور عوام کی عقیدت و محبت کے درمیان فاصلے کی دیواریں کھڑی کی جائیں۔

5۔ پانچواں ہدف یہ تھا کہ مامون امام علیہ السلام کو ولیعہد بنا کر اپنے لئے معنوی اور روحانی لبادہ تیار کرنا چاہتا تھا۔ فطری امر تھا کہ اس وقت کی دنیا میں لوگ اس کی تعریف و تمجید کرتے جس نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک فرزند اور ایک مقدس اور معنوی شخصیت کو اپنا

ولیعہد مقرر کیا تھا اور اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو اس منصب سے محروم رکھا تھا اور ہمیشہ صورت حال یہی ہے کہ جب دیندار لوگ دنیا پرستوں کی قربت حاصل کریں تو دینداروں کی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے اور دنیاپرستوں کی حیثیت بہتر ہو جاتی ہے۔

6۔ چھٹا ہدف یہ تھا کہ اس کے اپنے خیال میں، امام علیہ السلام ولی عہد بن کر اس کی خلافت کی توجیہ کرنے اور اس کا دفاع کرنے والی شخصیت میں تبدیل ہو جاتے۔ امرِ مسلم ہے کہ اگر علم و تقویٰ کے لحاظ سے امام علیہ السلام کے رتبے کی کوئی شخصیت، جو عوام کی نظر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کی حیثیت سے بے مثال حرمت و آبرو کے مالک تھے۔ حکومت وقت کے دور میں رونما ہونے والے حوادث اور واقعات کی توجیہ کرنے لگتی تو کوئی بھی مخالف صدا اس حکومت کی شرعی اور قانونی حیثیت کو مخدوش کرنے کے قابل نہ رہتی۔ یہی وہ ناقابل تسخیر حصار تھا جو خلافت کی خطاؤں اور خلیفہ بھونڈے اعمال کو آنکھوں سے پوشیدہ رکھ سکتا تھا۔

7۔ مامون کا عباسیوں کے نزدیک اہم مقام نہیں تھا اور ایسا اس کی ماں مراجل کی وجہ سے تھا جو اس کے محل کے پڑوس اور اس کے نوکروں میں سے تھی، لہٰذا وہ لوگ مامون کے ساتھ عام معاملہ کرتے تھے، وہ اس کے بھائی امین کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے، کیونکہ اُن کی والدہ عباسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی، لہٰذا مامون نے امام رضا علیہ السلام کو اپنی ولی عہدی سونپ کر اپنے خاندان کو نیچا دکھانے کی کوشش کی تھی۔

8۔ مامون نے امام علیہ السلام کی گردن میں ولیعہدی کا قلادہ ڈال کر یہ آشکار کرنا چاہا تھا کہ امام علیہ السلام دنیاکے زاہدوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ ملک و بادشاہت اور سلطنت کے خواستگار ہیں، اسی بنا پر انھوں نے ولیعہدی قبول کی ہے، امام علیہ السلام پر یہ سیاست مخفی نہیں تھی، لہٰذا آپؑ نے مامون سے یہ شرط کی تھی کہ نہ تو میں کسی کو کوئی منصب دوں گا، نہ ہی کسی کو اس کے منصب سے معزول کریں گے، وہ ہر طرح کے حکم سے کنارہ کش رہوں گا امام علیہ السلام کی اِن شرطوں کی وجہ سے آپؑ کا زاہد ہونا واضح گیا۔

9۔ مامون کے لشکر کے بڑے بڑے سردار شیعہ تھے لہٰذا اس نے امام علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنا کر اُن سے اپنی محبت و مودت کا اظہار کیا۔

10۔ عباسی حکومت کے خلاف بڑی بڑی اسلامی حکومتوں میں انقلاب برپا ہو چکے تھے اور عنقریب اُس کا خاتمہ ہی ہونے والا تھا، اور اُن کا نعرہ "الدعوۃ الی الرضا من آل محمد " تھا، جب امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے لئے بیعت کی گئی تو انقلابیوں نے اس بیعت پر لبیک کہی اور مامون نے بھی اُن کی بیعت کی، لہٰذا اس طرح سے اُس کی حکومت کو درپیش خطرہ ٹل گیا، یہ ڈپلومیسی کا پہلا طریقہ تھا اور اسی طرح مامون اپنی حکومت کے ذریعہ اُن رونما ہونے والے واقعات پر غالب آگیا۔

اِن ہی بعض اغراض و مقاصد کی وجہ سے مامون نے امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔

فضل کا امام رضا علیہ السلام کو خط

مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل سے کہا کہ وہ امام علیہ السلام کو ایک خط تحریر کرے کہ میں نے آپؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا ہے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کے نام جو فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپؑ کی ہدایت کے مطابق ہدایت کرتے ہیں، رسول کے فعل کی اقتدا کرتے ہیں، دین الٰہی کے محافظ ہیں، وحی خدا کے ذمہ دار ہیں، اُن کے دوست فضل بن سہل کی جانب سے جس نے اُن کے حق کو دلانے میں اپنا خون پسینہ ایک کیا اور دن رات اس راہ میں کوشش کی، اے ہدایت کرنے والے امام آپ پر صلوات و سلام اور رحمت الٰہی

ہو۔ میں آپؑ کی خدمت میں اس خدا کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے۔

امابعد :امیدوار ہوں کہ خدانے آپؑ کوآپؑ کا حق پہنچادیااور اُس شخص سے اپنا حق لینے میں مدد کی جس نے آپؑ کو حق سے محروم کر رکھا تھا، میں امیدوار ہوں کہ خداآپ علیہ السلام پر مسلسل کرم فرمائی کرے ،آپؑ کو امام اور وارث قرار دے ،آپؑ کے دشمنوں اور آپؑ سے روگردانی کرنے والوں کو سختیوں میں مبتلا کرے۔ میرا یہ خط امیر المومنین بندہ خدامامون کے حکم کی بناپر پیش خدمت ہے میں آپؑ کو یہ خط لکھ رہا ہوں تاکہ آپ کا حق واپس کر سکوں ،آپ کے حقوق آپؑ کی خدمت میں پیش کر سکوں ، میں چاہتا ہوں کہ اس طرح آپؑ مجھ کو تمام عالمین میں سعادت مندترین قرار دیں اور میں خداکے نزدیک کامیاب ہو سکوں ،رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو ادا کر سکوں ،آپؑ کا معاون قرار پاؤں ،اور آپ کی حکومت میں ہر طرح کی نیکی سے مستفیض ہو سکوں ، میری جان آپ پر فدا ہو ، جب میرا خط آپ تک پہنچے اور آپ مکمل طور پر حکومت پر قابض ہو جائیں یہاں تک کہ امیرالمومنین مامون کی خدمت میں جاسکیں جو کہ آپؑ کو اپنی خلافت میں شریک سمجھتا ہے ،اپنے نسب میں شفیع سمجھتا ہے اور اس کو اپنے ماتحت پر مکمل اختیار حاصل ہے تو آپؑ ایسی روش اختیار کریں جس کی وجہ سے خیر الٰہی سب کے شامل حال ہو جائے اور ملائکہ ٔالٰہی سب کی حفاظت کریں اور خدااس بات کا ضامن ہے کہ آپؑ کے ذریعہ امت کی اصلاح کرے اور خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین ذمہ دار ہے اور آپؑ پر خداکاسلام اور رحمت وبرکتیں ہوں۔[1]

اس خط میں آپؑ کے کریم و نجیب القاب اور بلند و بالا صفات تحریر کئے گئے ہیں جس طرح کہ امامؑ کی جانب خلافت پلٹائے جانے کا ذکر کیاگیا ہے ۔یہ سب مامون کی مہربانی اور اس کی مشقتوں سے بنے ،مامون یہ چاہتا تھا کہ امامؑ بہت جلد خراسان آ کر اپنی خلافت کی باگ ڈور سنبھال لیں۔امامؑ نے اس خط کا کیاجواب دیا ہمیں اس کی کوئی اطلاع نہیں ہے، جو عباسی حکومت کے ایک بڑے عہدے دار کے نام لکھاگیا ہو اور اس سے بڑا گمان یہ کیاجارہاہے کہ امامؑ نے اپنے علم ودانش کی بناپر اس لاف و گزاف (بے تکے) ادّعااور عدم واقعیت کاجواب تحریر ہی نہ فرمایا ہو۔

مامون کے ایلچی امام علیہ السلام کی خدمت میں

مامون نے امام رضا علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے خراسان لانے کے لئے ایک وفد بھیجااور وفد کے رئیس سے امام علیہ السلام کو بصرہ اور اہواز کے راستے یا پھر فارس کے راستہ سے لانے کا عہد لیااور ان سے کہاکہ امام علیہ السلام کو کوفہ اور قم[2] کے راستہ سے نہ لیکرآئیں جس طرح کہ امامؑ کی جانب خلافت پلٹائے جانے کا بھی ذکر ہے۔ [3]

مامون کے اتنے بڑے اہتمام سے یہ بات واضح وآشکار تھی کہ امام علیہ السلام کو بصرہ کے راستہ سے کیوں لایا جائے اور کوفہ و قم کے راستہ سے کیوں نہ لایا جائے ؟چونکہ کوفہ اور قم دونوں شہر تشیع کے مرکز تھے ،اور مامون کو یہ خوف تھاکہ شیعوں کی امام علیہ السلام کی زیادہ تعظیم اور تکریم سے اُس کا مرکز اور بنی عباس کمزور نہ ہو جائیں۔

وفد بڑی جد وجہد کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچااس کے بعد امام کی خدمت میں پہنچ کرآپؑ کو مامون کا پیغام پہنچایا،امام نے جواب دینا صحیح نہیں سمجھا،آپ علیہ السلام کو مکمل یقین تھاکہ مامون نے آپؑ کو خلافت اور ولی عہدی دینے کے لئے نہیں بُلایا ہے بلکہ یہ اُس کی سیاسی چال ہے اور اس کا مقصد آپؑ کا شہید کرنا تھا۔

امام علیہ السلام زندگی سے مایوس ہو کر بڑے ہی حزن والم کے عالم میں اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف آخری وداع کے لئے پہنچے ، حالانکہ آپؑ کے رُخ انور پر آنسو بہہ رہے تھے ، مخول سجستانی امام علیہ السلام کی اپنے جد کی قبر سے آخری رخصت کے سلسلہ میں

یوں رقمطراز ہیں: جب قاصد امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان لانے کے لئے پہنچا تو میں مدینہ میں تھا۔امامؑ اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہونے کیلئے مسجد رسول ﷺ میں داخل ہوئے اور متعدد مرتبہ آپ کو وداع کیا۔آپؑ زار و قطار گریہ کررہے تھے۔میں نے امامؑ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور میں نے اُن کی خدمت میں تہنیت پیش کی تو امامؑ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔مجھے میرے جد کے جوار سے نکالا جا رہا ہے۔مجھے عالم غربت میں شہید کیا جائے گا۔اور ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا جائے گا۔ مخول کا کہنا ہے: میں امامؑ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ امامؑ نے طوس میں انتقال کیا اور ہارون کے پہلو میں دفن کردئے گئے۔ [4]

خانہ خدا کی طرف

امام رضا علیہ السلام خراسان جانے سے پہلے عمرہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے لئے چلے، حالانکہ آپؑ کے ساتھ آپ کے خاندان کی بزرگ ہستیاں تھیں، جن میں آپؑ کے فرزند ارجمند امام جواد محمد تقی علیہ السلام بھی تھے، جب آپ بیت اللہ الحرام پہنچے، تو آپؑ نے طواف کیا، مقام ابراہیم پر نماز ادا کی، سعی کی، اس کے بعد تقصیر کی، امام محمد تقی علیہ السلام بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ عمرہ کے احکام بجالا رہے تھے۔جب امام محمد تقی علیہ السلام عمرہ کے احکام بجالا چکے، تو بڑے ہی غم ورنجیدگی کے عالم میں حجر اسماعیل کے پاس بیٹھ گئے، امام رضا علیہ السلام کے خادم نے آپؑ سے اٹھنے کے لئے کہا، تو آپؑ نے انکار فرما دیا، خادم نے جلدی سے جا کر امام رضا علیہ السلام کو آپؑ کے فرزند ارجمند کے حالات سے آگاہ کیا، تو آپؑ خود امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور اُن سے چلنے کے لئے فرمایا، تو امام محمد تقی علیہ السلام نے بڑے ہی حزن والم میں یوں جواب دیا: میں کیسے اٹھوں، جبکہ اے والد بزرگوار میں نے خانۂ خدا کو خدا حافظ کہہ دیا جس کے بعد میں کبھی یہاں واپس نہیں آؤں گا"۔ [5] امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کو دیکھ رہے تھے کہ آپ علیہ السلام کتنے رنج والم میں ڈوبے تھے، جس سے آپ علیہ السلام پر یہ بات ظاہر تھی کہ یہ میرے والد بزرگوار کی زندگی کے آخری ایام ہیں۔

خراسان کی طرف

امام رضا علیہ السلام خانۂ خدا کو الوداع کہنے کے بعد خراسان کی طرف چلے، جب آپ علیہ السلام شہر بلد پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ علیہ السلام کا انتہائی احترام و اکرام کیا، امام علیہ السلام کی ضیافت اور ان کی خدمات انجام دیں، جس پر آپ علیہ السلام نے شہر بلد والوں کا شکریہ ادا کیا۔

امام علیہ السلام نیشاپور میں

امام علیہ السلام کا قافلہ کسی رکاوٹ کے بغیر نیشاپور پہنچا، وہاں کے قبیلے والوں نے آپؑ کا بے نظیر استقبال کیا، علماء اور فقہا آپ علیہ السلام کے چاروں طرف جمع ہو گئے، جن میں پیش پیش یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اور احمد بن حرب وغیرہ تھے۔جب اس عظیم مجمع نے آپؑ کو دیکھا تو تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کرنے لگے، اور ایک کہرام برپا ہو گیا، علماء اور حفّاظ نے بلند آواز میں کہا: اے لوگو! خاموش ہو جاؤ اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

جب لوگ خاموش ہو گئے تو علماء نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام اپنے جد بزرگوار رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرما دیجئے، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے موسیٰ بن جعفر سے انھوں نے اپنے والد بزرگوار جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار محمد بن علی سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن الحسین علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار حسین بن

علی سے انھوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن ابی طالب سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ خداوند عالم حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ حِصْنِیْ ،فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ، وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اٰمِنَ مِنْ عَذَابِیْ وَلٰكِنْ بِشُرُوْطِهَاوَأَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا "۔ [6]

ترجمہ: "لاالٰہ الّا اللہ میرا قلعہ ہے، جس نے لاالٰہ اِلّا اللہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا لیکن اس کی کچھ شرطیں ہیں اور اُن ہی شرطوں میں سے ایک شرط میں ہوں۔"

اس حدیث کو بیس ہزار [7] سے زیادہ افراد نے نقل کیا، اس حدیث کو **"حدیث سلسلۃ الذہب"** کا نام دیا گیا چونکہ اس حدیث کو سنہری روشنائی (یعنی سونے کا پانی) سے لکھا گیا، سند کے لحاظ سے یہ حدیث دیگر تمام احادیث میں سے زیادہ صاحب عظمت ہے۔

احمد بن حنبل کا کہنا ہے: اگر اس حدیث کو کسی دیوانہ پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح و سالم ہو جائے گا۔ [8]

بعض سامانی حکام نے یہ وصیت کی ہے کہ اس حدیث کو سونے کے پانی سے لکھ کر اُن کے ساتھ اُن کی قبروں میں دفن کر دیا جائے۔ [9]

مامون کا امام علیہ السلام کا استقبال کرنا

مامون نے امام رضا علیہ السلام کا رسمی طور پر استقبال کرنے کا حکم دیا، اسلحوں سے لیس فوجی دستے اور تمام لوگ امام کے استقبال کے لئے نکلے۔ سب سے آگے آگے مامون، اس کے وزراء اور مشیر تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر امام علیہ السلام سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مرحبا کہا، اسی طرح اس کے وزیروں نے بھی کیا اور مامون نے امام علیہ السلام کو ایک مخصوص گھر میں رکھا جو مختلف قسم کے فرش اور خدم و حشم سے آراستہ کیا گیا تھا۔

مامون کی طرف سے امام علیہ السلام کو خلافت پیش کش

مامون نے امام علیہ السلام کے سامنے خلافت پیش کی، اس نے رسمی طور پر یہ کام انجام دیا اور امام علیہ السلام کے سامنے یوں خلافت پیش کر دی: اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ علیہ السلام کے فضل، علم، زہد، ورع اور عبادت کی معرفت ہو گئی ہے، لہٰذا میں آپ علیہ السلام کو اپنی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "میں دنیا کے زہد کے ذریعہ آخرت کے شر سے چھٹکارے کی امید کرتا ہوں اور حرام چیزوں سے پرہیز گاری کے ذریعہ اخروی مفادات کا امیدوار ہوں، اور دنیا میں تواضع کے ذریعہ اللہ سے رفعت و بلندی کی امید رکھتا ہوں۔"

مامون نے جلدی سے کہا: میں خود کو خلافت سے معزول کر کے خلافت آپ علیہ السلام کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام پر مامون کی باتیں مخفی نہیں تھیں، اس نے امام علیہ السلام کو اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کی وجہ سے خلافت کی پیشکش کی تھی، وہ کیسے امام علیہ السلام کے لئے خود کو خلافت سے معزول کر رہا تھا، جبکہ اُس نے کچھ دنوں پہلے خلافت کے لئے اپنے بھائی امین کو قتل کیا تھا؟

امام علیہ السلام نے مامون کو یوں قاطعانہ جواب دیا: "اگر خلافت تیرے لئے ہے تو تیرے لئے اس لباس کو اُتار کر کسی دوسرے کو پہنانا جائز نہیں ہے، جس لباس کو اللہ نے تجھے پہنایا ہے، اور اگر خلافت تیرے لئے نہیں ہے، تو تیرے لئے اس خلافت کو میرے لئے قرار دینا جائز نہیں ہے"۔

مامون برہم ہو گیا اور غصہ میں بھر گیا، اور اس نے امام علیہ السلام کو اس طرح دھمکی دی: آپؑ کو خلافت ضرور قبول کرنا ہو گی۔ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "میں ایسا اپنی خوشی سے نہیں کروں گا۔" امام علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ اُس کے دل کی بات نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں وہ جدیت سے کام لے رہا ہے کیونکہ مامون عباسی خاندان سے تھا جو اہل بیت علیہم السلام سے بہت سخت کینہ رکھتے، اور انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کا اس قدر خون بہایا تھا کہ اتنا خون کسی نے بھی نہیں بہایا تھا تو امام اُس پر کیسے اعتماد کرتے؟

ولی عہدی کی پیشکش

جب مامون امام علیہ السلام سے خلافت قبول کرنے سے مایوس ہو گیا، تو اس نے دوبارہ امام علیہ السلام سے ولیعہدی کی پیشکش کی تو امام علیہ السلام نے سختی کے ساتھ ولیعہدی قبول نہ کرنے کا جواب دیا، اس بات کو ہوئے تقریباً دو مہینے سے زیادہ گزر چکے تھے اور اس کا کوئی نتیجہ نظر نہیں آ رہا تھا اور امام علیہ السلام حکومت کا کوئی بھی عہدہ و منصب قبول نہ کرنے پر مصر رہے۔

امام علیہ السلام کو ولیعہدی قبول کرنے پر مجبور کرنا

جب مامون کے تمام فریبی اور مکاری حربے ختم ہو گئے جن سے وہ امام علیہ السلام کو ولیعہدی قبول کرنے کے لئے قانع کرنا چاہتا تھا، تو اُس نے زبردستی کا طریقہ اختیار کیا، اور اس نے امام علیہ السلام کو بلا بھیجا، تو آپ علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: "خدا کی قسم جب سے پروردگار عالم نے مجھے خلق کیا میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مجھے نہیں معلوم کہ تیرا کیا ارادہ ہے؟"۔ مامون نے جلدی سے کہا: میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آپؑ نے کہا: اگر میرے لئے امان ہے تو کچھ کہوں۔ ہاں آپؑ کے لئے امان ہے۔

تیرا ارادہ یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں: "علی بن موسیٰ (علیہما السلام) نے دنیا میں زہد اختیار نہیں کیا، بلکہ دنیا نے ان کے بارے میں زہد اختیار کیا، کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ انھوں نے خلافت کی طمع میں کس طرح ولیعہدی قبول کر لی؟"۔ مامون غضبناک ہو گیا اور اُس نے امام علیہ السلام سے چیخ کر کہا: آپ علیہ السلام ہمیشہ مجھ سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جسے میں ناپسند کرتا ہوں، اور آپؑ میری سطوت جانتے ہیں، خدا کی قسم یا تو ولیعہدی قبول کر لیجئے ورنہ میں زبردستی کروں گا، قبول کر لیجئے ورنہ میں آپؑ کو قتل کروں گا۔

امام علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں تضرّع کیا: "خدایا تو نے مجھے خودکشی کرنے سے منع فرمایا ہے، جبکہ میں اس وقت مجبور و لاچار ہو چکا ہوں، کیونکہ عبداللہ مامون نے ولیعہدی قبول نہ کرنے کی صورت میں مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے، میں اس طرح مجبور ہو گیا ہوں جس طرح جناب یوسف علیہ السلام اور جناب دانیال علیہ السلام مجبور ہوئے تھے، کہ اُن کو اپنے زمانہ کے جابر حاکم کی ولایت عہدی قبول کرنی پڑی تھی۔ امام علیہ السلام نے نہایت مجبوری کی بنا پر ولی عہدی قبول کر لی حالانکہ آپ علیہ السلام بڑے ہی مغموم و محزون تھے۔

امام رضا علیہ السلام کی تدبیریں

1- جب امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان بلوایا گیا، تو آپ علیہ السلام نے مدینہ کے ماحول کو اپنی ناپسندیدگی اور کراہیت سے پر کردیا حتی کہ امام علیہ السلام کے ارد گرد موجود افراد نے یقین کرلیا کہ امام رضا علیہ السلام کو وطن سے دور کرنے کے سلسلے میں مامون کا ارادہ بدنیتی پر مبنی ہے۔

امام علیہ السلام نے مامون کے حوالے سے اپنی منفی نگاہ اہل مدینہ کو پہنچا دی تھی۔ رسول خدا ﷺ کے حرم سے وداع کرتے وقت، اہل خاندان سے وداع کرتے وقت، مدینہ سے نکلتے وقت، طواف کعبہ کے وقت، جو آپؑ نے بعنوان طواف وداع انجام دیا۔ قول و فعل کے ذریعے، دعا اور اشک و آہ کے زبانی آپؑ نے سب پر ثابت کیا کہ یہ سفر موت کا سفر ہے۔ اس سفر سے زندہ لوٹ کر آنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ مامون اپنی سازش کے تحت جن لوگوں کو امام علیہ السلام کی نسبت بدظن اور اپنی نسبت پر اعتماد کرنا چاہتا تھا۔ ان کے دل سازش پر عملدرآمد کرنے کے ابتدائی لمحوں سے ہی مامون کی نفرت اور اس کی نسبت بداعتمادی سے مالامال ہوگئے جو ان کے امام کو ظالمانہ انداز سے ان سے جدا کرکے قتل گاہ کی طرف لی جانا چاہتا تھا۔

2- جب مامون کے دارالحکومت شہر مرو میں مامون نے ولایت عہدی کی تجویز پیش کی تو امام علیہ السلام نے یہ عہدہ قبول کرنے سے سختی سے انکار کیا اور جب تک مامون نے آپ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی نہیں دی تھی امام نے یہ منصب قبول نہیں کیا تھا۔ یہ بات سب تک پہنچ گئی تھی کہ امام علیہ السلام نے مامون کی جانب سے ابتداء میں خلافت کی پیشکش اور بعد میں ولیعہدی کی پیشکش ٹھکرادی۔

حقیقت کچھ یوں تھی کہ سرکاری اہلکاروں کو مامون کی چالوں کا علم نہیں تھا چنانچہ انہوں نے امام علیہ السلام کے انکار کی خبر علاقے میں پھیلادی حتی مامون کے وزیر فضل بن سہل نے سرکاری اہلکاروں کے ایک گروہ سے کہا کہ "میں نے آج تک خلافت کا عہدہ اتنا خوار و بے مقدار نہیں دیکھا تھا کہ امیرالمؤمنین (مامون) علی بن موسی الرضا کو اس عہدے کی پیشکش کررہے ہیں اور علی بن موسی اس پیشکش کو مسترد کررہے ہیں! !"۔

3- تاہم علی بن موسی الرضا علیہ السلام نے ولایتعہدی کی پیشکش قبول کرلی اور شرط یہ رکھی کہ حکومت کے کسی بھی مسئلے میں مداخلت نہیں کریں گے؛ جنگ و صلح اور تقرری اور معزولی جیسے مسائل میں کوئی حکم نہیں دیں گے اور کوئی فیصلہ نہیں کریں گے اور مامون۔ جو تصور کرتا تھا کہ یہ شرط ابتدائی مرحلے میں قابل برداشت ہے اور وہ رفتہ رفتہ امام علیہ السلام کو سلطنت کے امور میں داخل کردے گا۔ یہ شرط قبول کرنے پر آمادہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ شرط باقی رہتی تو مامون کا منصوبہ خاک میں مل جاتا اور اس کے بیشتر اہداف و مقاصد حاصل نہ ہوتے۔

4- مگر ان حالات سے امام علیہ السلام نے جو فائدہ اٹھایا وہ ان تمام مسائل سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ امام علیہ السلام نے ولایت عہدی کا منصب قبول کرکے ایک ایسا اقدام کیا جو سنہ 40 ہجری میں اہل بیت علیہ السلام کی خلافت کے خاتمے کے بعد ائمۂ طاہرین علیہ السلام کی حیات طیبہ تک اور حتی سلسلۂ خلافت کے خاتمے تک بے مثال اور بے بدیل تھا اور وہ اقدام یہ تھا کہ آپ علیہ السلام نے اسلامی قلمرو کی وسعتوں میں شیعہ امامت کا مدعا آشکار کردیا اور تقیہ کے دبیز پردوں کو چاک کرکے تشیع کا پیغام تمام مسلمانوں تک پہنچایا۔ خلافت کا بلند منبر آپ علیہ السلام کے ہاتھ آگیا تھا اور امام علیہ السلام نے اس منبر سے استفادہ کرکے ان حقائق کو آشکار کردیا جو ائمۂ طاہرین 150 برسوں تک تقیہ کے پس پردہ خاص افراد اور اصحاب و انصار کے سوا کسی کے سامنے بیان نہیں کرسکے تھے۔ آپ نے یہ صدا باآواز بلند اٹھائی اور اس دور کے موجود وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کی سماعت کو صدائے حق سے روشناس کردیا۔

5- گو کہ مامون کی پسند یہ تھی کہ امام علیہ السلام لوگوں سے الگ تھلگ رہیں اور وہ جدائی کا حربہ امام علیہ السلام اور عوام کے درمیان عقیدت و محبت کا رشتہ اور مسلمانوں کی جذباتی وابستگی کے خاتمے کے لئے چاہتا تھا، مگر امام علیہ السلام دستیاب مواقع سے استفادہ کرتے ہوئے

لوگوں کے پاس پہنچ جاتے تھے اور گو کہ مامون نے مدینہ سے خراسان تک امام کے سفر کا راستہ نہایت محتاطانہ منصوبے کے تحت مقرر کیا تھا تاکہ محبت اہل بیت علیہ السلام کے حوالے سے معروف شہر- جیسے کوفہ اور قم - سے آپ علیہ السلام کا گذر نہ ہو مگر امام علیہ السلام نے اسی مقررہ راستے پر لوگوں سے نیا تعلق جوڑنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ علیہ السلام نے شہر اہواز میں امامت کی علامتیں لوگوں کو دکھائیں اور بصرہ میں ان دلوں کی محبت حاصل کی جو اہل بیت علیہ السلام کے لئے نامہربان تھے، نیشاپور میں حدیث سلسلۃالذہب کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنایا اور کئی معجز نما نشانیاں لوگوں کو دکھائیں اور اس طویل سفر کے دوران لوگوں کی ہدایت کو اپنا مطمع نظر قرار دیا، مرو شہر میں- جو اس سفر کی منزل مقصود اور خلافت کی اقامتگاہ تھا- بھی جب موقع پایا حکومت وقت کے حصاروں کو توڑ کر عوامی اجتماعات میں حاضر ہوتے رہے۔

6- نہ صرف تشیع کے انقلابی افراد کو ساز باز کرنے یا خاموش رہنے کی ترغیب نہیں دی گئی بلکہ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کی نئی حالت ان کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوئی اور دشوار گذار پہاڑوں اور دور افتادہ علاقوں تک محدود ہونے والے انقلابی جو نہایت مشقت بھری زندگی گذارنے پر مجبور تھے، امام علیہ السلام کی پشت پناہی کی وجہ سے قابل احترام ٹھہرے اور حکومت کے کارگزاروں نے بھی مختلف شہروں میں انہیں احترام کی نظر سے دیکھا۔ مامون نہ صرف امام علیہ السلام کو اپنے پاس بلانے کی وجہ سے شیعہ مخالفین کا اعتماد حاصل نہیں کر سکا تھا اور ان کی تند و تیز زبانوں کو اپنے اور اپنی خلافت کے خلاف بولنے سے روک نہیں سکا تھا بلکہ حتی علی بن موسی الرضا علیہ السلام کا وجود ان کی حوصلہ افزائی اور امان واطمینان کا سرمایہ بن چکا تھا۔

مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ اور دیگر اہم اسلامی بلاد میں امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام پر نہ صرف حرص حرص دنیا اور شوق اقتدار و منصب کا الزام نہیں لگا تھا اور آپؑ کا نام بے رونق نہیں ہوا تھا بلکہ آپؑ کی معنوی عزت پر ظاہری حشمت کا بھی اضافہ ہوا تھا اور مداحوں کی زبان دسیوں برس خاموشی کے بعد آپؑ اور آپؑ کے مظلوم و معصوم آباء واجداد کی مدح سرائی میں کھل کر بولنے لگی تھے۔ مختصر یہ کہ مامون اس عظیم کھیل میں نہ صرف کوئی منفعت حاصل نہیں کر سکا ہے بلکہ بہت سے چیزیں کھو گیا ہے اور قریب ہے کہ وہ باقی چیزیں بھی رفتہ رفتہ کھو دے۔ یہیں سے اُس نے شدت سے شکست اور نقصان محسوس کیا اور اس نے اپنی اس عظیم غلطی کی تلافی کے لئے نئے اقدام کا ارادہ کیا۔ اس نے دیکھا کہ اتنی بڑی سرمایہ کاری کرنے کے باوجود اسے کچھ حاصل نہیں ہوا بلکہ اس کی سلطنت مزید خطرات میں گھر گئی ہے؛ چنانچہ اس نے اپنے صلح ناپذیر دشمنوں یعنی ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے خلاف اسی حربے سے استفادہ کیا جو اس کے ظالم و فاجر اسلاف نے استعمال کیا تھا یعنی قتل کا حربہ۔

بدیہی امر ہے کہ نہایت ممتاز مقام و منزلت اور معنوی اور ظاہری مناصب کے ہوتے ہوئے امام علیہ السلام کا قتل زیادہ آسان نہ تھا۔ شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون نے امام علیہ السلام کو شہید کرنے سے قبل کئی دیگر اقدامات انجام دیئے ہیں اس لئے کہ شاید اس کا یہ آخری اقدام آسان ہو جائے۔ مثال کے طور پر اس نے امام علیہ السلام کو شہید کرنے سے قبل بعض جھوٹی باتیں امام علیہ السلام سے منسوب کرکے لوگوں میں پھیلادیں، اور اس سلسلے میں اس نے زبردست پروپیگنڈا مہم چلائی۔ مرو شہر میں ایک دفعہ یہ افواہ اڑائی گئی کہ امام علیہ السلام لوگوں کو اپنا عبد وغلام سمجھتے ہیں! اور امر مسلم ہے کہ یہ افواہ اڑانا صرف حکومتی کارندوں کا کام ہو سکتا تھا اور ان کے سوا کوئی اور ایسا اقدام نہیں کر سکتا تھا۔

جب امام علیہ السلام کے صحابی ابوالصلت نے یہ خبر امام علیہ السلام کو پہنچائی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "خداوندا! اے آسمانوں اور زمین کے مالک! تو شاہد ہے کہ نہ میں نے اور نہ ہی میرے آباء واجداد نے کبھی بھی ایسی بات نہیں کہی اور یہ بات بھی ان ہی مظالم میں سے ہے، جو ان لوگوں کی جانب سے ہمارے اوپر روا رکھے جاتے ہیں"۔ گو کہ مامون علم اہل بیت علیہم السلام سے بے خبر تھا اور مناظرین کو بلایا کرتا تھا کہ امام علیہ السلام کو علمی مباحث میں شکست ہو چنانچہ ان ہی منصوبوں میں سے ایک یہ تھا کہ مامون نے ایسے تمام دانشوروں اور علماء کو امام علیہ السلام کے ساتھ مناظرہ کرنے

کے لئے بلوایا جن کی کامیابی کی امیدیں بہت کم ہوا کرتی تھیں۔ جب امام علیہ السلام نے ادیان ومذاہب کے مناظرین کو شکست سے دوچار کیا اور آپ علیہ السلام کے علم و دانش اور برہان قاطع کا چرچا ہوا تو مامون نے علم کلام اور مشہور ترین مناظرین اور بحث و جدال کے ماہرین کو امام علیہ السلام کے ساتھ مناظروں کے لئے بلانا شروع کیا تا کہ کوئی تو امام علیہ السلام کو قائل کر لے! مگر اس کا یہ مقصد پورا نہ ہوا اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں یہ مناظرات جتنے عرصے تک جاری رہے امام کی علمی قوت ظاہر تر و آشکار تر ہوتی گئی اور مامون اس حربے کے اثرات سے ناامید تر۔

امام کی طرف سے ولی عہدی قبول کرنے کی شرائط

امامؑ نے مامون سے ایسی شرطیں کیں جن سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ آپؑ کو اس منصب کے قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آپؑ کسی کو ولی عہد نہیں بنائیں گے۔
۲۔ کسی کو معزول نہیں کریں گے۔
۳۔ کسی رسم ورواج کو ختم نہیں کریں گے۔
۴۔ حکومتی امور میں مشورہ دینے سے دور رہیں گے۔

امام علیہ السلام کی بیعت

مامون نے اِن شرطوں کو اپنے اغراض و مقاصد کے ساتھ متصادم نہ ہونے کی وجہ سے تسلیم کر لیا۔ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد منتخب کرنے کے بعد اُن کی بیعت لینے کی غرض سے ایک جشن منعقد کیا جس میں وزراء، فوج کے کمانڈر، حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اور عام لوگ شریک ہوئے، اور سب سے پہلے عباس بن مامون، اس کے بعد عباسیوں اور ان کے بعد علویوں نے امام علیہ السلام کی بیعت کی۔ لیکن بیعت کا طریقہ منفرد تھا جس سے عباسی بادشاہ مانوس نہیں تھے، امام نے اپنا دست مبارک بلند کیا جس کی پشت امامؑ کے چہرہ اقدس کی طرف تھی اور اس کا اندرونی حصہ لوگوں کے چہروں کی طرف تھا، مامون یہ دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا، اور امامؑ سے یوں گویا ہوا: آپؑ بیعت کے لئے اپنا ہاتھ کھولیے۔ امامؑ علیہ السلام نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے"[10] شاید آپؑ نے اپنے قول کو خدا کے اس قول سے نسبت دی ہو: "يدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔"[11]

(یعنی: "اُن کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔") لہٰذا بیعت کرنے والے کا ہاتھ نبی اور امامؑ کے ہاتھ سے اوپر ہونا صحیح نہیں ہے۔[12]

عید کی نماز

عید کے موقع پر مامون نے امام علیہ السلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؑ نماز عید کی امامت کریں۔ امام علیہ السلام نے معذرت کی لیکن مامون کا جب اسرار بڑھ گیا تو امام علیہ السلام نے کہا میں اسی طرح نماز کے لیے باہر نکلوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام باہر نکلتے تھے۔ مامون نے یہ شرط قبول کر لی۔ امام علیہ السلام باہر نکلے اس حال میں کہ پائجامہ اور کرتے کے

دامن کو پنڈلیوں تک اوپر چڑھادیا، چند قدم چلنے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ کی اور تکبیر کہی، تو آپ علیہ السلام کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ زمین و آسمان سب ایک ساتھ تکبیر کہہ رہے ہیں۔ شہر مرو میں ہر طرف شور و گریہ کی آوازیں بلند تھیں۔ فضل بن سہل نے جب یہ منظر دیکھا تو فوراً مامون کو جا کر یہ خبر دی کہ اے امیر! اگر اسی علی ابن موسی الرضا مصلے تک پہنچ گئے تو فوراً ایک انقلاب برپا ہو جائے گا اور اس وقت ہماری جان کی خیر نہیں ہے۔ مامون نے امام علیہ السلام کو نماز پڑھانے سے روک دیا اور واپس آنے کا کہا تو امام علیہ السلام واپس آگئے۔ اس سے لوگوں کو مامون کی مکاری اور فریب کاری کا یقین ہو گیا کہ مامون منافقت کا سہارا لے کر اپنے سیاسی اور دیگر مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

بحث و مناظرہ

مامون کی مکارانہ سیاست نے امام علیہ السلام کے خلاف کئی حیلے سوچ رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر مامون کو سخت کوفت ہوتی تھی کہ امام علیہ السلام کی ہر دل عزیزی بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اس وقت بڑے پایہ کے علماء اور دانشوروں کو جمع کر کے امام علیہ السلام کے ساتھ بحث و مناظرہ کرایا جائے، اگر ایک عالم بھی امام علیہ السلام پر فوقیت حاصل لے تو امام کی عظمت و بزرگی کو کم کرنے نیز آپؑ کو ختم کرنے کے لیے کافی ہو گا۔ لیکن ان کا یہ حربہ بھی ان کے حق میں سود مند نہ ہوا بلکہ مامون کی شرمندگی اور ذلت کا سبب بنا۔ امام علیہ السلام کے علم و دانش کا آفتاب اس طرح چمکتا تھا کہ مامون روز بروز آتش حسد میں جلتا جاتا تھا۔ امام علیہ السلام جس سے بھی بحث و مناظرہ کرتے تھے وہ امامؑ کی عظمت و بزرگی کا قائل ہو جاتا تھا اور امامؑ کے قائم کردہ استدلال کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا تھا۔[13]

نوفلی کا بیان ہے کہ مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ وہ وہ مذاہب کے علماء اور قاضیوں کو، جیسے جاثلیق (عیسائی علماء کا سربراہ)، راس الجالوت (یہودی علماء کا سربراہ)، صائبین، ہر بذ اکبر (آتش کدہ کا خادم یا قاضی)، نسطاس (رومی طبیب)، اور دوسرے متکلموں، اکٹھا کرے تاکہ ان کا امام علیہ السلام کے ساتھ بحث و مناظرہ ہو۔ فضل نے ان تمام لوگوں کو اکٹھا کیا۔ جب امام علیہ السلام نے تورات والوں کو تورات سے، انجیل والوں کو انجیل سے بلکہ ہر مذہب کے علماء کو ان کے مذہب سے اور ان کی زبان میں جواب دیے تو سب نے امامؑ کے استدالال کو قبول کیا اور آپؑ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔[14]

مامون کا امام رضا علیہ السلام سے خوف

ابھی امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنے ہوئے کچھ ہی مدت گزری تھی کہ مامون آپ علیہ السلام کی ولیعہدی کو ناپسند کرنے لگا، چاروں طرف سے افراد آپ علیہ السلام کے گرد اکٹھا ہونے لگے اور ہر جگہ آپ علیہ السلام کے فضل و کرم کے چرچے ہونے لگے ہر جگہ آپ علیہ السلام کی فضیلت اور بلند شخصیت کی باتیں ہونے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ خلافت کے لئے زیادہ شایانِ شان ہیں، بنی عباس چور اور مفسد فی الارض ہیں، مامون کی ناک بھویں چڑھ گئیں اس کو بہت زیادہ غصہ آگیا، اور مندرجہ ذیل قانون نافذ کر دئے:

ا۔ اُس نے امام کے لئے سخت پہرے دار معین کر دئے، کچھ ایسے فوجی تعینات کئے جنھوں نے امام علیہ السلام کا جینا دو بھر کر دیا اور نگہبانوں کی قیادت ہشام بن ابراہیم راشدی کے سپُرد کر دی وہ امام علیہ السلام کی ہر بات مامون تک پہنچاتا تھا۔

۲۔اُس نے شیعوں کو امام علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ علیہ السلام کی گفتگو سننے سے منع کر دیا،اس نے اِس کام کے لئے محمد بن عمر و طوسی کو معین کیا جو شیعوں کو بھگاتا اور ان کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتا تھا۔

۳۔علماء کو امام علیہ السلام سے رابطہ رکھنے اور اُن کے علوم سے استفادہ کرنے سے منع کیا۔

امام علیہ السلام کی شہادت

مامون نے امام علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی ،اور اُس نے انگور میں زہر ملا کر دیا جب امام علیہ السلام نے اُس کو تناول فرمایا تو زہر آپ علیہ السلام کے پورے بدن میں سرایت کر گیا اور کچھ ہی دیر کے بعد آپ علیہ السلام کی روح پرواز کر گئی جو ملائکہ کے حصار میں خدا تک پہنچی اور ریاض خلد میں انبیاء علیہ السلام کی ارواح نے آپ علیہ السلام کا استقبال کیا۔

امام علیہ السلام اللہ کے بندوں تک رسالت الٰہی کا پیغام پہنچا کر دار فانی سے کوچ فرما گئے ،آپ علیہ السلام مامون کی حکومت کے کسی کام میں بھی شریک نہیں ہوئے جبکہ مامون نے آپ علیہ السلام کو ہر طرح سے ستایا تھا۔

امام علیہ السلام کی جس طرح تشییع جنازہ ہوئی اس کی خراسان کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی ،تمام حکومتی دفاتر ،اور تجارت گاہیں وغیرہ رسمی طور پر بند کر دی گئیں ،اور ہر طبقہ کے لوگ امام کے جسم مطہر کی تشییع جنازہ کے لئے نکل پڑے۔ آگے آگے مامون ،اُس کے وزیر ،حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اور لشکر کے کمانڈر تھے، مامون ننگے سر اور ننگے پیر تھا وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا : مجھے نہیں معلوم کہ مجھ پر اِن دونوں مصیبتوں میں سے کونسی بڑی مصیبت ہے؟آپ علیہ السلام مجھ سے جدا ہو گئے یا لوگ مجھ پر یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ میں نے آپ کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا ہے ؟

مامون نے خود کو امام کے قتل سے بریٔ الذمہ ہونے کے لئے نالہ وفریاد اور حزن والم کا اظہار کیا ؟ لیکن بہت جلد اس کی اس ریاکاری کا پردہ فاش ہو گیا اور سب پر واضح ہو گیا کہ وہ خود مجرم ہے۔

امام علیہ السلام کا جسم اطہر تکبیر و تعظیم کے سایہ میں لیجایا گیا اور مامون نے آپؑ کو ہارون کے نزدیک آپؑ کی ابدی آرامگاہ میں سپرد خاک کر دیا،آپؑ کے دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئے باعث عزت، صفاتِ حسنہ، رخصت ہو گئے۔

امامؑ کو اس مقدس و طاہر بقعہ میں دفن کر دیا گیا ،آپؑ کا مرقد مطہر خراسان میں انسانی کرامت کا مظہر بن گیا ،آپؑ کا مرقد مطہر اسلام میں بہت باعزت ہے ،لوگوں نے امام رضا علیہ السلام کے مرقد مطہر جیسا با حشمت، عزت اور کرامت کا مرقد کسی اور ولی اللہ کا مرقد نہیں دیکھا، مامون سے امام رضا علیہ السلام کو ہارون کے قریب دفن کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا: تاکہ خداوند عالم میرے والد کو امام رضا علیہ السلام کے جوار کی وجہ سے بخش دے،شاعر مفکر اسلام دعبل خزاعی نے اس بات کو یوں شعر میں نظم کیا ہے:

قَبْرَانِ فِي طُوسٍ: خَيْرُ النَّاسِ كُلِّهِمْ ‏ وَ قَبْرُ شَرِّهِمْ هٰذَا مِنَ الْعِبَرِ

مَا يَنْفَعُ الرِّجْسَ مِنْ قُرْبِ الزَّكِيِّ وَلَا ‏ عَلَى الزَّكِيِّ بِقُرْبِ الرِّجْسِ مِنْ ضَرَرِ

هَيْهَاتَ كُلُّ امْرِئٍ رَهْنٌ بِمَا كَسَبَتْ ‏ لَهُ يَدَاهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ أَوْ فَذَرِ

ترجمہ: "طوس میں دو قبریں ہیں ایک بہترین مخلوق کی ایک بدترین مخلوق کی یہ عبرت کا مقام ہے۔ پاکیزہ شخص کی قربت، پلیدگی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ ہی آلودگی سے نزدیک ہونے کی وجہ سے پاکیزہ شخص کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے تو جو چاہو لے لو، جو چاہو چھوڑ دو۔"

بہر حال امام رضا علیہ السلام کے اس دنیا سے چلے جانے سے دنیائے اسلام میں ایمان و ہدایت کے چراغ سے ہمیشہ **ہمیشہ** کے لئے خاموش ہو گیا اور مسلمان اپنے امامؑ سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حوالہ جات

1۔حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام، جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

2۔عیون اخبار الرضا، ج ۲ ص ۱۴۹۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام، ج ۲ ص ۲۸۵

3۔حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام، جلد ۲، صفحہ ۲۸۵۔ اعیان الشیعہ، جلد ۲ صفحہ ۱۸

4۔اعیان الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۱۲۲، دوسرا حصہ

5۔حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام، جلد ۲، صفحہ ۲۸۷

6۔عیون اخبار الرضا، جلد ۲ صفحہ ۱۵۳۔ علماء کے نزدیک اس حدیث کی بڑی اہمیت ہے، اور انھوں نے اس کو متواتر اخبار میں درج کیا ہے۔

7۔اخبار الدول، صفحہ ۱۱۵

8۔صواعق المحرقہ، صفحہ ۹۵، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی، باب: محمد بن علی الباقر، حدیث نمبر 3831

9۔اخبار الدول، صفحہ ۱۱۵

10۔مقاتل الطالبین، صفحہ ۴۵۵

11۔سورہ فتح، آیت ۱۰

12۔حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام، جلد ۲، صفحہ ۳۰۳

13۔بحار الانوار، جلد 49، 175 – 176

14۔توحید صدوق، 427- 429، اثباۃ الہداۃ، ج 2، ص 45-49)